گلفشانیِ گفتار کا وہ سلسلہ چلا کہ ۱۹۸۹ء سے ۲۰۰۹ء تک دس مجموعے طبع ہو چکے ہیں۔ ان میں ایک ''واگاں مَیں دَل موڑ'' پنجابی میں ہے اور پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور کے ایم اے کے نصاب میں شامل ہے اور ایک انگریزی منظوم ''ROAD TO HARAM'' کے عنوان سے ہے۔ باقی تمام اردو میں ہیں۔ مثلاً ''کاروانِ حرم'' -''زمزمۂ سلام'' - ''زمزمۂ درود'' - ''حمدِ باری تعالیٰ'' - ''زبورِ نعت'' اور دیگر۔

یوں وہ خالقِ کائنات اور فخرِ موجودات دونوں کے حضور سراپا سپاس گزار ہیں لیکن کب سے؟ ۱۹۸۰ء سے، عمر کے باسٹھویں سال میں، جب خیالات و تصورات زندگی اور زمانے کے تجربات و معاملات کی بھٹی سے گزر کر MATURITY کی آخری حدوں کو چھوتے ہیں اور جذبات و احساسات کا تموج نہ صرف دھیما بلکہ اصغر شاہیا کی زبان میں یوں سکوں آشنا ہو جاتا ہے کہ:

طوفان خواہشوں کے، نہ جذبوں کے اب بھنور
اِک دَور تھا کہ دل تھا، سمندر بنا ہوا

سوال یہ ہے کہ عمر کے ایسے دَور میں حمد و نعت میں طبع آزمائی کا یہ جوبن! کیا اجر و ثواب کمانے اور عاقبت سنوارنے کے لیے ہے یا ذائقہ بدلنے اور موضوعات کے نئے منطقے کی تلاش کے لیے ہیں؟ یا اس کے پس پردہ کسی بے لوث اور غیر طامع شوقِ فراواں کی موجوں کا اضطراب ہے جو غالبؔ کی طرح شاعر کو آتش زیرِ پا رکھتا ہے:

تازہ نہیں ہے نشۂ فکرِ سخن مجھے
تریاکیِ قدیم ہوں دُودِ چراغ کا

مگر ع س مسلم کا کہنا ہے کہ تحمید و تمجیدِ الٰہی فطرتِ انسانی کا خلقی تقاضا ہے اسی لیے کائنات کا ہر وجود اپنے اپنے انداز میں اپنے آفریدگار کی تعریف اور تسبیح میں محو رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ:

ٹہنی ٹہنی، پتا پتا، پھول، درخت، ہَوا
تیری مالا جپتے ہیں، دن رات، مہینے سال

چنانچہ آپ ''حمدِ باری تعالیٰ'' کے ابتدائیہ ''ضمیرِ ازل (یُسَبِّحُ لِلّٰہِ)'' کا آغاز ہی قرآنِ حکیم کی سورۃ الحشر کی اس آیت سے کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ط يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج'': لہٰذا یہ عبدیت کا فطری تقاضا ہے کہ اس کے سازِ نفس سے خالقِ کائنات کی حمد و ثناء کے نغمے ترنم ریز ہوں۔ اسی وجہ سے مسلم کی اپنی معراجِ آرزو بھی یہ ہے کہ:

سُر سنگیت ہَوا میں لہکیں، مَن میں گھنگرو باجے
سانس میں سنکھ اُسی کا باجے، حمد اُسی کی گاؤں
اُس کا نام سُروں میں بولے، سَرگم تان اُٹھائے

دھڑکن دھڑکن تال اُسی کی ناچوں اور لہراؤں

اَنت نہ ہو یہ پریم کہانی، ایک لگن ہے دل میں
نِسدن آؤں، لوٹ نہ جاؤں، جاؤں تو پھر آؤں (پریم کہانی)

حضرت مسلم مدحتِ رسول کو بھی خالقِ کائنات کی توصیف کے مترادف سمجھتے ہیں۔ ''زبورِ نعت'' کے پیش لفظ ''زمیں تا سرِعرشِ بریں'' میں لکھتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات پاک واحد و لاثانی ہے، اسی طرح آپ حضور بھی بندوں میں بے مثال ہیں۔ لہٰذا آپ کی تعریف دراصل خالقِ کائنات کی تعریف کے مصداق ہے۔

رحمت کی بارش سے مولا من کی کھیتی لہکے
نامِ محمدؐ کی خوشبو سے گلشن گلشن مہکے

یہی وہ زاویہ نظر ہے جس کے مطابق آپ نے الوہیت اور نبوت کے مابین ایک امتیاز بھی قائم رکھا ہے، حالانکہ فکری اور جذباتی سطح کے تخلیقی دائرے میں آپ نے شعری معیار کی انتہاؤں کو چھونے کی کاوش کی ہے، ورنہ عشقِ رسالتؐ میں اُمڈتے ہوئے تلاطم خیز جذبات کی بناء پر اس فرق کو قائم نہیں رکھا جاسکا اور ہمارے اکثر شعراء ایسا کرنہیں پائے، جبکہ ابوالامتیاز کے عشق و محبت کی جہت حمدِ باری تعالیٰ سے توصیف نبیؐ کی طرف ہے اور وہ اس لیے کہ ان کے فکر و نظر کا تناظر، قرآن حکیم کے افکار کی لالہ کاریوں سے روشن ہے۔ جس کی سورہ اُم القرآن کا آغاز الحمدللہ رب العالمین سے ہوتا ہے۔ ان کے ہاں الوہیت کی حیثیت نیوکلیئس کی ہے اور نبوت کی اس کے گرد گردش کناں نظامِ کائنات کی--- بالکل ویسے ہی جیسے یہ نظامِ کائنات سرشار و سرمست ہو کر اپنے نیوکلیئس کے گرد محوِ طواف ہے اور مجید امجد کے ان اشعار کے مطابق:

یہ چکر یوں ہی جاوداں چل رہا ہے
پیاپے، مگر نرم رو اس کی رفتار
پیہم مگر بے تکان اس کی گردش
عدم سے ازل تک ازل سے ابد تک
بدلتی نہیں ایک آن اس کی گردش
رواں ہے رواں ہے
طپاں ہے طپاں ہے
یہ چکر یوں ہی جاوداں چل رہا ہے
کنواں چل رہا ہے

لیکن اس کائناتی NUCLEUS یعنی قادرِ مطلق اور حیّ و قیوم ہستی کی تحمید بظاہر آسان محسوس ہوتی ہے اور وہ اس لیے کہ اس کی صفات اور قدرتوں کا دائرۂ علم اتنا وسیع و عریض ہے کہ آسانی سے توصیفات کا انتخاب کیا جاسکتا ہے، دوسرے دعاؤں اور

مناجات کے بھی بہت سے پہلو اور بہت سے موضوعات ہیں لیکن یہ دائرہ کار تکراری، شعوری اور عمومی ہے۔ وہی صفات جو زبان زد عام ہیں، وہی دعائیں اور مناجاتیں جو عموماً انسانی ضرورتوں کی ترجمان ہیں، اشعار کا CONTENT بنتی ہیں۔ محسوسات اور جذباتی تموج کی لہروں میں بھی یکسانی سی رہتی ہے۔ اس سطح سے بلند ہوکر الوہی صفات کی بوقلمونی کو محسوس کرنا اور رنگارنگ جذبوں کی خاص اُٹھان، آسان مرحلہ نہیں۔

ذاتِ حق منزہ و تصوراتی ہے، محسوساتی اور عینی (از حواسِ خمسہ) نہیں۔ سو ایسی ہستی کے لیے ذاتی تجربات اور حسیاتی جذبوں کا اُبال یا تموج مشکل ہے۔ یہاں نہ وہ آتشِ عشق جو چناروں کو آگ لگائے اور نہ وہ سرمست نگاہیں کہ جن سے پھوٹنے والا نشہ شعور کو بھی سرشار کردے۔ اس منزل کو پار کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ اسی لیے حمد نگاری کی عمومی بوقلمونی اور تکثیریت میں انفرادی اور دل پذیر راہ بنانا بہت کٹھن ہے۔ لیکن ع س مسلم نے ان کٹھن مرحلوں کو یوں پار کیا ہے کہ:

راستہ ایک تھا ہم عشق کے دیوانوں کا
قد و گیسو سے چلے، دار و رسن تک پہنچے

اس ضمن میں انہوں نے خیابان ہی نہیں، گلزار پیدا کیے ہیں۔ اللہ رے! یہ شوقِ فراواں کہ جام لبریز ہی نہیں ہوتا، نشہ ہے کہ چھلکتا جا رہا ہے.... مگر وہ کیسے؟ یہی دیکھنے کی بات ہے۔

ع س مسلم کے اس اختصاص کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ذہنی پس منظر کا تبحرِ علمی، قرآنی علوم و تعلیمات کی حسن کاریوں سے بھی منور ہے اور احادیثِ رسول کی نکہتوں سے بھی معطر ہے۔ سو ان کے حمدیہ کلام میں یہی کرنیں جلوہ آراء اور یہی خوشبوئیں مہک رہی ہیں۔ مثلاً:

رونقِ گلشن، شمیمِ گل، ''بہار''
منظروں میں سے وہی ہے ''جھانکتا''

کس کا نغمہ سنج ہے لحنِ ''طیور''
کس حسیں کی ہے نوا پیرا ہوا

غنچہ و گل میں ہے کس کی ''تازگی''
کون بچے کے تبسم میں چھپا

سازِ دل میں موجہءِ سوز و گداز
مشعلِ وجدان، آنکھوں کا دیا

مناجاتی اور دعائیہ رنگ بھی ملاحظہ کیجیے۔

شش جہت سے ہے دلِ عاجز پہ یلغارِ ''غنیم''

اے مرے مولا ہو کوئی چارۂ قلبِ ''سقیم''
کر درخشندہ نگاہوں میں ''صراطِ مستقیم''

ہو عطا نورِ ''ہدیٰ''، ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم''

الفاظ و تراکیب شاعروں کے جذبوں کے سفیر ہوتے ہیں۔ یہ جذبے تہ در تہ ہوں یا سادہ، لفظوں کی اپنی معنویت میں رنگ جماتے ہیں۔ پھر یہ رنگ جن تاثراتی کیفیتوں کی ترسیل کرتے ہیں وہ بھی انہی جذبوں یا تجربوں کی عکس گری کرتے ہیں جو ان کے باطن میں موجزن ہوتے ہیں۔ لہٰذا جذبوں کی صحیح عکاس لفظیات کا انتخاب بھی آسان نہیں مگر ع س مسلم نے یہاں بھی اجتہادی کاوش اور ذہنی مشقت سے کام لیا ہے۔

اوپر دیئے گئے اشعار میں واوین والے الفاظ یعنی بہار، جھانکتا، طیور، تازگی، غنیم، قلبِ سقیم، صراط مستقیم، ہدیٰ اور سبحان کا تفہیمی پس منظر قرآن سے اخذ کیا ہے اور اس کے حوالے، حاشیے ۴۴، ۵۴، ۶۴، ۳۱، ۴۱، ۰۶، ۵۶، ۳۰۱، ۴۰۱ کے تحت قرآنی آیات سے دیے ہیں۔ یہی صورت ان کے دیگر اشعار کی ہے۔ تحقیق و جستجو کی یہ عرق ریزی، تدبر و تفکر کے یہ حاصلات، قرآنی و حدیثی مفاہیم سے یوں اکتساب اور ان کے استحضار پھر شعروں میں ان کے عمومی استعمال پر یہ دستگاہ... کیا شوقِ فسوں گری کی تلاطم خیزی ہے؟ یا دیدہ وری یا دیدہ کاری؟ کہ:

ہر گام جلوہ گاہ کا منظر کھلا ہوا
ہر گام سیرِ دید تھی شوقِ وفور کی

کوئی تو قوتِ نامیہ ہے ورنہ خیالات کا یہ بہاؤ، لفظیات کا ایسا انتخاب، قدرتِ کلام، توصیفِ الٰہی میں نئے رنگ، نئے روپ اور دعاؤں کا سلسلہ در سلسلہ... کیوں کر ممکن ہے؟... اسی سوال کا جواب وہ یوں دیتے ہیں:

روشن جو ہو قندیل خرد سوزِ جنوں سے
کھل جاتے ہیں اسرار و رموزِ پسِ در بھی

حمد ہو یا نعت، ان کی تخیلاتی رَو، قرآنی آیات واحادیث کو شعری پیکر میں یوں جذب کرتی چلی جاتی ہے جیسے غنچہ میں شمیمِ دل نواز، یا سامعہ میں رس گھولتی نغمگی یا شام کے ملگجے میں نقرئی چاندنی --- یوں یہ چاندنی نظر افروز بھی ہوتی ہے اور شعور و اِدراک اور اَسرار کے پردے بھی وا کرتی ہے۔

اَن گنت جعلی خداؤں کو کیا ہے مَیں نے رد
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدْ''، لاریب اللّٰہُ الصَّمَدْ

اس قسم کی حسن کارانہ صناعی سے انہوں نے اپنی حمدیات کو یہاں تک گل رنگ اور اثر آفریں بنالیا ہے کہ:

جِت دیکھوں اُت اُس کا چانن درپن اُس کے درشن

رَگ رَگ اندر بولے ساجن سانسوں بیچ سمایا
پی گھر من کو بھایا

توصیفِ الٰہی میں وحدتِ ربانی کو جس طرح محور و مرکز بنایا ہے اس کی قدرتِ کاملہ اور خالقیت و ''صدائے کُن فیکون'' یا ''آرائشِ جمال'' کے تسلسل کو جس طرح انہوں نے مترشح کیا وہ لائقِ سپاس ہے۔

نعت گوئی میں آپ کی فکری اور جذباتی جہت الوہیت سے نبوت کی طرف ہے۔ پہلے وہ اس بنا پر خدائے عزوجل کے حضور سپاس گزار اور ثنا خواں ہیں کہ اس نے رسالت کے لیے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جیسی اکمل و اجمل ذات کو خلق اور مبعوث کیا۔

ثنا اُس کی محمدؐ سا نبی جس نے ہے بھیجا

آپ کی نعتیہ شاعری کا دائرۂ تخلیق جن قوسوں سے مکمل ہوتا ہے وہ ہیں آپؐ کی شخصی و ذاتی صفات، اسوۂ حسنہ اور اُس کے نوعِ انسانی کے فکر و عمل پر اثرات -- آنحضرتؐ کے ساتھ دل بستگی کی والہیت و وارفتگی اور ذریعۂ شفاعت۔ آپؐ کی ذاتی و شخصی صفات کے سلسلے میں آپ نے زیادہ تر اسماء الحسنٰی، قرآن و حدیث اور تاریخی صداقتوں سے اخذ و اکتساب کردہ تجلیوں کو پیش کیا ہے۔ مثلاً:

اَے نُورِ کائنات، شہِ آسماں خرام
اَے نازشِ جہانِ ازل سرورِ انام

وہی ہے صِدّیق و صِدق و صادِق
شِفا و شاف و طبیبِ حاذِق

خلیلِ رحماں، حبیبِ حق ہے
ظلامِ شب میں دمِ فلق ہے

حبیب و محبوبِ حق محمدؐ
محبتوں کا سبَق محمدؐ

نبیِ مُرسَلؐ، خدائے مُرسِلؐ
یہی ہے علم و یقیں کا حاصِل

کیا مُعلِّم ہے وہ اُمّی، جس کے فیضِ چشم سے
ایک مُشتِ خاک مجھ جیسی گُہر ہوتی گئی

یا محمدؐ، مصطفیٰؐ، خیرُ البشرؐ
تیری اعلیٰ شان مَازاغَ البَصَر

مرکز و مشعلِ کائنات
مقصد و مدعا اور کون

خُلق تیرا فاتحِ قلبِ جہاں
معجزہ ادنیٰ ترا شقّ القمر

عشق ومحبت کی والہیت کے باجود آپ نے اپنے نعتیہ مضامین کو مستند روایات، سیرۃ النبیؐ کے شمائل وفضائل اور قرآنی مضامین کے دائرہ میں رکھنے کی سعی کی ہے اور نعتیہ نغمگی کو ایک انقلاب آفریں فکرِ جدید وابد کے ابلاغ اور دعوتِ عمل کا ذریعہ بنایا ہے۔

اصل منشورِ حیاتِ آدمی
تا ابد ہے آپؐ کی فکرِ جدید

آؤ دیکھو بٹ رہی ہے دولت جود و کرم
دانشِ حق و صداقت کے خزانے لوٹ لو

مدحتِ رسولؐ کے سلسلے میں مسلم کا اختصاص ہے کہ وارفتگی شعور کا ہاتھ تھامے رہتی ہے۔عقیدت ومحبت کے جذبوں کا ابال خود سر نہیں بلکہ وہ حزم واحتیاط کی حدوں میں رہ کر اسناد، حوالوں کی روشنی کے ساتھ پیغمبری دعوتِ فکر وعمل کی تبلیغِ دل پذیر کی تہ میں موجزن رہتا ہے اور یہی آپ کے لیے وجہءِ افتخار ہے۔

مدحت نامِ محمدؐ سے مرے فن کی جلاء
لوحِ دل پر ہر نفس کرتا ہوں یہ ''نقش و نگار''

اسوۂ کامل ترا، آئینہ دارِ الکتاب
ہر عمل تیرا سند، ہر قول ہے تیرا وقیع

تغنیاتِ حمد ونعت میں جس طرح آپ کا انداز منفرد اور مضامین مستند ہیں، اسی طرح علائم ورموز ہوں، یا متنوع بحور یا کومل اور فکر انگیز لفظیات (DICTION) ہر صورت میں آپ کی ہنروری بھی با کمال ہے۔فی الواقع آپ کی فنی دسترس نے ہر شعری جام کو سرشاری سے معمور کر رکھا ہے۔اس لیے کہ آپ نے بقول ناصر کاظمی:

ناصرؔ یہ شعر کیوں نہ ہوں موتی سے آب دار
اِس فن میں کی ہے مَیں نے بہت دیر جاں کَنی

(''ابوالامتیاز ع س مسلم سیمینار''، منعقدہ ۷۔ مارچ ۲۰۱۰ء،
بہ اہتمام عالمی رابطۂ ادب اسلامی، لاہور میں پڑھا گیا)

❁❁❁

محمد عبیداللہ

علامہ ابوالامتیاز ع۔س مسلم کی
حمدیہ اور نعتیہ شاعری

"Hamdiya" and "Na,tia" poetry

The name of A.S. Muslim, is welknown, in the circle of urdu literature and in the world of knowledge. He is famous for his "Hamdiya" and "Na,tia" poetry. The praise of Allah, and his prophet is the main subject of the poetry, composed by A.S.Muslim. This kind of poetry has historical and religious background, as it is mentioned in the traditions, that, Hazrat Hassaan, was the first poet who composed this kind of the poetry. The author has mentioned some detail of the subject, which proves that, A.S.Muslim is a great poet of the Hamdiya and na,tia poetry in urdu.

توفیق بہ اندازۂ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

ابوالامتیاز ع س مسلم کا نام حلقہ علم وادب اور نقد ونظر میں اب اجنبی نہیں رہا کیونکہ وہ کم وبیش ایک ربع صدی سے تنقیدی و تحقیقی نگارشات علمی وادبی مقالہ جات اور حمدیہ اور نعتیہ شاعری کے ذریعے ہر خاص وعام کا مرکز نگاہ بنے ہوئے ہیں۔

ع س مسلم صاحب ایک ہمہ صفت موصوف شخصیت ہیں۔ جن کا اشہب قلم علم وادب کے ہر میدان میں اپنی فتح وکامرانی کے پھریرے لہرا رہا ہے۔ حمد ونعت ان کا محبوب موضوع اظہار ہے جس کی طرف ان کا فطری میلان ہے اور وہ اس موضوع کو اپنی فکر ونظر کا منبع گردانتے ہیں۔ اطاعت الٰہی اور عشق رسول کی عطر بیز خوشبو ان کی رگ رگ میں رچی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا اکثر حمدیہ ونعتیہ کلام آمد کی بہترین مثال بن گیا ہے۔ ان کے مجموعہ "حمد ونعت" کی بیشتر شاعری حرم کعبہ اور گنبد خضرا کے زیر سایہ منزل ہوئی ہے۔ میں نے منزل کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ ایک تو شعراء کو تلمیذ الرحمٰن کہا جاتا ہے اور اسی لیے غالب جیسا قادر الکلام شاعر بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ:

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

دوم یہ کہ حمدیہ اور نعتیہ شاعری بطور خاص خدا اور اس کے محبوب سرکار دو عالمؐ کی مدح اور تعریف ہوتی ہے۔ جس کے مضامین بھی خود اللہ تعالیٰ جس سے چاہتے ہیں اس پر القا کر کے ادا کراتے ہیں۔ مسلم صاحب کا اس مرتبہ بلند کے لیے انتخاب یقیناً بڑی سعادت ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کو سرکار دو عالمؐ نے بطور خاص دعا دی کہ اے حسان خدا روح القدس کے ذریعے تیری (نعت گوئی میں) مدد فرمائے۔ یہ وہ مقام بلند ہے جہاں حضرت حسان بن ثابتؓ، کعب بن زہیرؓ، اویس قرنیؒ اور علامہ بوصیریؒ جیسے عاشقان رسول فائز ہیں اور

انہیں مداحانِ رسول کی تقلید میں مولانا رومیؒ، عبدالرحمٰن جامیؒ، سعدی شیرازیؒ، نظامی گنجوی، محسن کاکورویؒ، حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ اور ع س مسلم نغمہ خواں نظر آتے ہیں۔ مداحانِ خدا اور رسولؐ میں شمار ہونا ع س مسلم کو مبارک مبارک سلامت سلامت۔

ع س مسلم نے حمد و نعت کے علاوہ افسانہ نگاری، تحقیقی و تنقیدی مضامین، شاعری اور نثر، نظمیں، گیت، دوہے، غزلیں، نفسیات کے موضوع پر تحقیقی کتاب کے علاوہ سوانح عمری، سفرنامہ اور بچوں کے لیے امتیازی سلسلے کی کتب جیسی تمام قدیم و جدید اصنافِ ادب میں جو کچھ بھی لکھا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

جناب ع س مسلم کی نثری و شعری تخلیقات کا سلسلہ تو بچپن ہی سے کسی نہ کسی صورت میں چلتا رہا مگر باضابطہ طور پر افسانوں کو اظہارِ خیالات کا ذریعہ بناتے ہوئے وہ اپنی پہلی کتاب ''ایک ٹہنی کے پھول'' ۱۹۵۷ء میں منظرِ عام پر لائے۔ ۱۹۶۲ء میں غزلوں، نظموں اور گیتوں کا مجموعہ ''لوس اور کرنیں'' شائع ہوا۔ اس کے بعد مسلم صاحب کی زندگی میں کوئی ۱۵ سال تخلیقاتِ ادبی کا تعطل رہا۔ یہ دوران ان کی تجارتی اور کاروباری زندگی کے عروج کا زمانہ ہے جس دوران وہ اپنی ادبی تخلیقات و نگارشات اور اپنے فکر و خیال کے اظہار کے لیے وقت نہ نکال پائے۔ ۱۹۶۱ء تا ۱۹۸۳ء میں فکر و خیال کے سیلِ رواں نے حمد و نعت، منقبت اور مناجات کا پاکیزہ راستہ چنا اور مضامینِ حمد و نعت میں عطاءِ خداوندی سے ایسی ارزانی نصیب ہوئی کہ جس کی بدولت حمد و نعت کی سات قابلِ قدر کتابیں اردو ادب کو عطا ہوئیں۔ ۱۹۹۷ء میں ''برگ تر''، ۱۹۹۸ء میں ''نیشِ گل''، ۲۰۰۱ء میں ''صریرِ خیال'' اور ۲۰۰۲ء میں ''دریچہ نگاہ'' اور ''خدنگ تحریر'' شائع ہوئیں۔ ۲۰۰۰ء میں سفر ناموں پر مشتمل کتاب ''کشورِ کسریٰ تا سونا دیس'' شائع ہوئی۔ ع س مسلم کی حمدیہ اور نعتیہ کتابیں حسبِ ذیل ہیں :

- ☆ حمد و نعت (حمدیں، نعتیں اور مناجاتیں۔ ۱۹۸۴ء)
- ☆ کاروانِ حرم المعروف بہ مثمن مسلم۔ ۱۹۸۷ء
- ☆ اللہ و رسولؐ (حمدیں، نعتیں اور منقبتیں۔ ۱۹۹۳ء)
- ☆ کعبہ و طیبہ (حمدیں، نعتیں، فریادیں اور ترانہ۔ ۱۹۹۳ء)
- ☆ زمزمہ سلام (مجموعہ سلام۔ ۱۹۹۳ء)
- ☆ زمزمہ درود (مجموعہ سلام۔ ۱۹۹۳ء)
- ☆ سرودِ نعت (مضامین، مکالمات۔ ۲۰۰۲ء)

ع س مسلم کی تخلیقی اور تحقیقی نگارشات کو دیکھا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ جو کام ایک ادارے کے بس سے بھی باہر تھا وہ انہوں نے تن تنہا سرانجام دے دیا اور یہ امر مزید حیرت زا ہے کہ وہ محض لکھنے کا ہی کام نہیں کرتے بلکہ ایک کامیاب تاجر اور دردِ دل رکھنے والے انسان بھی ہیں جو ہمہ وقت انسانیت کی خدمت میں کمربستہ رہتے ہیں۔ تقویٰ کا یہ عالم ہے کہ وہ یہ فلاحی کام انتہائی رازداری سے کرتے ہیں۔ وہ سماجی بہبود کے درجن بھر اداروں کے سربراہ اور فعال کارکن بھی ہیں۔ پاکستان میں ذہنی طور پر پسماندہ بچوں کی پہلی انجمن ''سائنوسا''، ''رحمت وقف'' اور ''رحمت ہسپتال'' کے بانی ہیں۔

کتابِ حکمت میں علم کو خیرِ تاثیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جبکہ فی زمانہ زر و مال کی بھی اپنی جگہ ایک مسلمہ حیثیت ہے۔ عام طور پر قاعدہ